قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران:74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر۔ابو سعید

Online Edition

جمعۃ المبارک 08 جنوری 2021ء | 23 جمادی الاولیٰ 1442 ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:07

فرمانِ رسول ﷺ

ایک بار حضورؐ تشریف فرما تھے کہ آپ کے رضاعی والد آئے۔حضورؐ نے ان کے لئے چادر کا ایک پلّو بچھا دیا۔ پھر آپ کی رضاعی ماں آئیں تو آپؐ نے دوسرا پلّو بچھا دیا۔ پھر آپ کے رضاعی بھائی آئے تو آپؐ اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کو اپنے سامنے بٹھا لیا۔

(سنن ابوداؤد کتاب الادب باب برالوالدین)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، مٹی میں ملے اس کی ناک۔مٹی میں ملے اس کی ناک (یہ الفاظ آپؐ نے تین دفعہ دہرائے) لوگوں نے عرض کیا کہ حضور کون؟ آپؐ نے فرمایا وہ شخص جس نے اپنے بوڑھے ماں باپ کو پایا اور پھر ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہوسکا۔

(مسلم۔کتاب البر والصلۃ۔باب رغم انف من ادرك ابويه)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

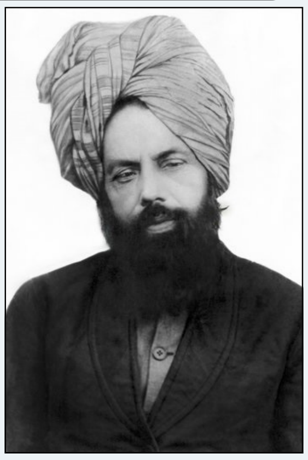

والدہ کا حق

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ایک شخص کو فرمایا کہ:

’’والدہ کا حق بہت بڑا ہے اور اس کی اطاعت فرض۔ مگر پہلے یہ دریافت کرنا چاہئے کہ آیا اس ناراضگی کی تہہ میں کوئی اور بات تو نہیں ہے۔ جو خدا کے حکم کے بموجب والدہ کی ایسی اطاعت سے بری الذمہ کرتی ہو۔مثلاً اگر والدہ اس سے کسی دینی وجہ سے ناراض ہو یا نماز روزہ کی پابندی کی وجہ سے ایسا کرتی ہو۔تو اس کا حکم ماننے اور اطاعت کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور اگر کوئی ایسا مشروع امر ممنوع نہیں ہے جب تو وہ خود واجب الطلاق ہو جاتی ہے۔

......سب سے زیادہ خواہشمند بیٹے کے گھر کی آبادی کی والدہ ہوتی ہے اور اس معاملہ میں ماں کو خاص دلچسپی ہوتی ہے۔ بڑے شوق سے ہزاروں روپیہ خرچ کر کے خدا خدا کر کے بیٹے کی شادی کرتی ہے تو بھلا اس سے ایسی امید وہم میں بھی آسکتی ہے کہ وہ بے جا طور سے اپنے بیٹے کی بیوی سے لڑے جھگڑے اور خانہ بربادی چاہے۔ ...... ایسے بیٹے کی بھی نادانی اور حماقت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ والدہ تو ناراض ہے مگر میں ناراض نہیں ہوں۔ ...... والدہ اور بیوی کے معاملہ میں اگر کوئی دینی وجہ نہیں تو پھر کیوں یہ ایسی بے ادبی کرتا ہے۔ اگر کوئی وجہ اور باعث اور ہے تو فوراً اسے دور کرنا چاہئے۔ ...... بعض عورتیں اوپر سے نرم معلوم ہوتی ہیں مگر اندر ہی اندر وہ بڑی بڑی نیش زنیاں کرتی ہیں۔ پس سبب کو دور کرنا چاہئیے اور جو وجہ ناراضگی ہے اس کو ہٹا دینا چاہئے اور والدہ کو خوش کرنا چاہئیے۔ دیکھو شیر اور بھیڑیئے اور اور درندے بھی تو ہلائے سے ہل جاتے ہیں اور بے ضرر ہو جاتے ہیں۔ دشمن سے بھی دوستی ہو جاتی ہے اگر صلح کی جاوے تو پھر کیا وجہ ہے کہ والدہ کو ناراض رکھا جاوے۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم۔صفحہ نمبر ۴۹۷، ۴۹۸ الحکم ۲۶/ مارچ ۱۹۰۸ء)

ارشاد باری تعالیٰ

وَ قَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا ؕ اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَکَ الۡکِبَرَ اَحَدُہُمَاۤ اَوۡ کِلٰہُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّہُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنۡہَرۡہُمَا وَ قُلۡ لَّہُمَا قَوۡلًا کَرِیۡمًا۔ وَ اخۡفِضۡ لَہُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَۃِ وَ قُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡہُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیۡ صَغِیۡرًا۔

(بنی اسرآئیل:24، 25)

اور تیرے ربّ نے فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ تم اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کا سلوک کرو۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک تیرے پاس بڑھاپے کی عمر کو پہنچے یا وہ دونوں ہی، تو اُنہیں اُف تک نہ کہہ اور انہیں ڈانٹ نہیں اور انہیں نرمی اور عزت کے ساتھ مخاطب کر۔ اور ان دونوں کے لئے رحم سے عجز کا پَر جُھکا اور کہہ کہ اے میرے ربّ! ان دونوں پر رحم کر جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری تربیت کی۔

فرمان خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

اب ماں باپ کے حقوق اور ان سے سلوک کے بارہ میں چند روایات پیش کرتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا۔ اس نے کہا کہ: اے اللہ کے رسولؐ! مَیں نے اپنی ماں کو یمن سے اپنی پیٹھ پر اٹھا کر حج کرایا ہے، اسے اپنی پیٹھ پر لئے ہوئے بیت اللہ کا طواف کیا، صفا و مروہ کے درمیان سعی کی، اسے لئے ہوئے عرفات گیا، پھر اسی حالت میں اسے لئے ہوئے مزدلفہ آیا اور منیٰ میں کنکریاں ماریں۔ وہ نہایت بوڑھی ہے ذرا بھی حرکت نہیں کرسکتی۔ مَیں نے یہ سارے کام اُسے اپنی پیٹھ پر اٹھائے ہوئے سرانجام دئے ہیں تو کیا مَیں نے اس کا حق ادا کر دیا ہے؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’نہیں، اس کا حق ادا نہیں ہوا‘‘۔ اس آدمی نے پوچھا: ’’کیوں‘‘۔ آپؐ نے فرمایا: ’’اس لئے کہ اس نے تمہارے بچپن میں تمہارے لئے ساری مصیبتیں اس تمنا کے ساتھ جھیلی ہیں کہ تم زندہ رہو مگر تم نے جو کچھ اس کے ساتھ کیا وہ اس حال میں کیا کہ تم اس کے مرنے کی تمنا رکھتے ہو۔ تمہیں پتہ ہے کہ وہ چند دن کی مہمان ہے۔‘‘

(الوعی، العدد ۵۸، السنۃ الخامسۃ)

اب عام آدمی خیال کرتا ہے کہ اتنی تکلیف اٹھا کر مَیں نے جو سب کچھ کیا تو مَیں نے بہت بڑی قربانی کی ہے۔ لیکن آپؐ فرماتے ہیں کہ نہیں۔ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے کہ ہمیں ہشام بن عُروہ نے بتایا کہ مجھے میرے والد نے بتایا کہ مجھے اسماء بنت ابی بکرؓ نے بتایا میری والدہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں میرے پاس صلہ رحمی کا تقاضا کرتے ہوئے آئی تو میں نے نبی ﷺ سے اس کے بارہ میں دریافت کیا کہ کیا میں اپنی مشرک والدہ سے صلہ رحمی کروں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ’’ہاں‘‘۔

بقیہ صفحہ 5 پر

اس شمارہ میں

- جب بھی وہ عہد کا حسیں بولے (منظوم)
- آنحضرت ﷺ کی معمولاتِ زندگی۔ تقلید و پیروی کے لئے اسوہ اعلیٰ
- امام وقت کی بیعت اور صحبت
- جماعت احمدیہ مالٹا کے خدمت خلق کے پروگرام

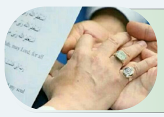

دربارِ خلافت

یہ خانہٴ خدا ہوتا ہے جس گاؤں یا شہر میں ہماری جماعت کی مسجد قائم ہوگئی تو سمجھو کہ جماعت کی ترقی کی بنیاد پڑ گئی۔(حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

ہم تو اس مسیح محمدی کی جماعت میں شامل ہیں جس کے سپرد اللہ تعالیٰ نے مساجد کی آبادی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں کی تعداد میں اضافے کا کام کیا ہوا ہے۔ ہم تو مساجد اس لئے بناتے ہیں کہ اُن کو دیکھ کر زیادہ سے زیادہ لوگ اِس پاکیزہ جماعت میں شامل ہوں اور اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار بندے بن جائیں۔ اور اسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توجہ دلائی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ: ’’اس وقت ہماری جماعت کو مساجد کی بڑی ضرورت ہے۔ یہ خانہٴ خدا ہوتا ہے جس گاؤں یا شہر میں ہماری جماعت کی مسجد قائم ہوگئی تو سمجھو کہ جماعت کی ترقی کی بنیاد پڑ گئی۔ اگر کوئی ایسا گاؤں ہو یا شہر جہاں مسلمان کم ہوں یا نہ ہوں اور وہاں اسلام کی ترقی کرنی ہو تو ایک مسجد بنا دینی چاہیے۔ پھر خدا خود مسلمانوں کو کھینچ لاوے گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ قیامِ مسجد میں نیت بہ اخلاص ہو۔ محض لِلّٰہ اسے کیا جاوے نفسانی اغراض یا کسی شَر کو ہرگز دخل نہ ہو تب خدا برکت دے گا‘‘۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 93 جدید ایڈیشن- البدر 24 اگست 1904ء)

پس اس ارشاد کو سامنے رکھتے ہوئے ہم نے ہر جگہ مساجد بنانی ہیں اور جماعت احمدیہ اسی لئے مساجد بناتی ہے۔ میرے دل میں بڑی شدت سے یہ خیال پیدا ہوا کہ پانچ سو سال بعد اس ملک میں مذہبی آزادی ملتے ہی جماعت احمدیہ نے مسجد بنائی۔ اور اب اس کو بنے بھی تقریباً 25 سال ہونے لگے ہیں اب وقت ہے کہ سپین میں مسیح محمدی کے ماننے والوں کی مساجد کے روشن مینار اور جگہوں پہ بھی نظر آئیں۔ جماعت اب مختلف شہروں میں قائم ہے۔ جب یہ مسجد بنائی گئی تو اس وقت یہاں شاید چند لوگ تھے۔ اب کم از کم سینکڑوں میں تو ہیں۔ پاکستانیوں کے علاوہ بھی ہیں۔ جماعت کے وسائل کے مطابق عبادت کرنے والوں کے لئے، نہ کہ نام ونمود کے لئے اللہ کے اور گھر بھی بنائے جائیں۔ تو اس کے لئے میرا انتخاب جو مَیں نے سوچا اور جائزہ لیا تو بلنسیہ (Valencia) کے شہر کی طرف توجہ ہوئی۔ یہاں بھی ایک چھوٹی سی جماعت ہے اور یہ شہر ملک کے مشرق میں واقع ہے۔ آپ کو تو پتہ ہے دوسروں کو بتانے کے لئے بتا رہا ہوں۔

بقیہ صفحہ 7 پر

جب بھی وہ عہد کا حسیں بولے

جب بھی وہ عہد کا حسیں بولے
عرش بولے، کبھی زمیں بولے
جب وہ بولے تو ساتھ ساتھ اس کے
ذرّہ ذرّہ بصد یقیں بولے
چاند سورج گواہی دیں اس کی
اُس کا منکر نہیں نہیں بولے
شور برپا ہے صحنِ مقتل میں
برسردار اک حسیں بولے
اشک ہی تھے جو چپ رہے، یعنی
اشک ہی تھے جو بہتریں بولے
کب کرے اپنے جرم کو تسلیم
کس لئے مارِ آستیں بولے
یہ ہمارا ہی حوصلہ ہے میاں
قتل ہو کر بھی ہم نہیں بولے
قتلِ ناحق پہ کس لئے مضطرؔ
چپ رہے آپ، کیوں نہیں بولے

چوہدری محمد علی مضطرؔ عارفی

اشکوں کے چراغ ایڈیشن سوم صفحہ 587

آج کی دعا

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ (تذکرہ: صفحہ:25 ایڈیشن چہارم)

یہ حضرت مسیح موعودؑ کی مصائب سے نجات پانے کی الہامی دعا ہے۔

ہمارے پیارے امام سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس دعا کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو الہامی دعا سکھائی گئی تھی:

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

اس کو بہت زیادہ پڑھیں۔ ایک حدیث میں آتا ہے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو کلمے ایسے ہیں جو بولنے کے لحاظ سے زبان پر نہایت ہی ہلکے ہیں لیکن وزن کے لحاظ سے ترازو میں بہت وزنی ہیں اور وہ خدائے رحمان کے بہت ہی پیارے ہیں اور وہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ آپ نے فرمایا خدائے رحمان کے بہت پیارے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے رحم کو ابھارنے کے لئے یہ دعا بھی بہت ضروری ہے۔ (صحیح البخاری کتاب الدعوات باب فضل التسبیح حدیث نمبر 6406)

(خطبہ جمعہ 30/ مئی 2014ء)

مرسلہ: مریم رحمٰن

مرسلہ: جاوید اقبال ناصر مربی سلسلہ جرمنی

آنحضرت ﷺ کی معمولاتِ زندگی۔تقلید و پیروی کے لئے اسوہ اعلیٰ

قسط اوّل

اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کے متعلق اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔ اِنَّھُمۡ کَانُوۡا قَبۡلَ ذٰلِکَ مُحۡسِنِیۡنَ۔کَانُوۡا قَلِیۡلًا مِّنَ الَّیۡلِ مَا یَھۡجَعُوۡنَ۔ وَبِالۡاَسۡحَارِ ھُمۡ یَسۡتَغۡفِرُوۡنَ۔یعنی وہ بہت اچھے اعمال بجا لاتے تھے۔ تھوڑا تھا جو وہ رات کو سوتے تھے۔ اور صبحوں کے وقت وہ استغفار میں لگے رہتے تھے۔(الذّٰریٰت آیت نمبر 17تا 19) انسان جب ان آیات پر غور کرتا ہے تو بے ساختہ یہ کہنے کو دل کرتا ہے کہ وہ خدا کے پیارے وجود تھے جو کہ جنّت کے وارث بنے۔لیکن دماغِ انسانی میں ایک سوال اُبھرتا ہے کہ وہ کون سی خدا کی بزرگ و پاک ہستی ایسی تھی؟ جس کے نقش قدم پر چل کر وہ گروہ اتنا اُونچا مقام پا گیا۔کن کی صحبت میں اُن کا اُٹھنا بیٹھنا تھا؟ کہ وہ روحانی طور پر اتنے پاک وصاف ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد اُن کو بستروں سے الگ کر دیتی اور وہ رات کا اکثر حصہ عبادات میں گذارتے۔اور دن کے اوقات میں استغفار سے اُن کی زبانیں تَر رہتیں۔تو بے ساختہ درود بھیجنے کو جی چاہتا ہے اُس مقدس ذات پر جس کا نام محمد ﷺ ہے۔جس کی صحبت میں رہ کر یہ لوگ کُندن بنے۔ اور دُنیا و آخرت میں مقام پا گئے اور ترقی کرتے کرتے رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ تک پہنچ گے۔ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے اے نبی ﷺ تو اعلان کر دے۔ قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ کہ تُو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو، تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔(آل عمران:32) یہ آیت اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ایک راستہ یہ بتاتی ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کے نقش قدم پر چلیں اور جس طرح آپ ﷺ کیا کرتے تھے اُسی طرح ہم بھی کریں۔قرآن کریم ہمیں آپ ﷺ کے اقوال و افعال کو انسانوں کے لیے نمونہ قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے۔ لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ (الاحزاب:22) کہ یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے۔مندرجہ بالا باتیں ہمیں سوچنے اور غور کرنے پر مجبور کرتی ہیں کہ ہم اُس سراج منیر اور ہادیِ کائنات ﷺ کی حالات زندگی کا مطالعہ کریں تا کہ اُس پر چلتے ہوئے ہم بھی خدا تعالیٰ کے محبوب بن سکیں۔

آپؐ کے بارے میں آتا ہے کہ آپؐ نے اپنے اوقات کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہوا تھا۔دن کا ایک حصہ عبادت الٰہی کیلئے مقرر ہوتا، ایک حصہ اہل خانہ اور اصحاب کے لئے اور ایک حصہ اپنی ذاتی ضروریات کیلئے مقرر تھا لیکن یہ وقت بھی زیادہ تر بنی نوع انسان کی خدمت میں ہی گزارتے۔

اللہ تعالیٰ کے نام سے شب و روز کا آغاز و اختتام

آپؐ روزانہ اپنی مصروفیات کا آغاز نماز تہجد سے فرماتے تھے۔ نماز سے قبل وضو کرتے ہوئے مسواک استعمال فرماتے اور منہ کو اچھی طرح صاف کرتے۔نہایت خوبصورت اور لمبی نماز تہجد ادا کرتے جس میں قرآن شریف کی لمبی تلاوت فرماتے۔نماز کے بعد آپؐ کچھ دیر لیٹ جاتے۔اگر آپؐ کے گھر والوں میں سے کوئی جاگ رہا ہوتا تو اس سے بات کر لیتے ورنہ آرام فرماتے۔ پھر جونہی نماز کے لئے حضرت بلالؓ کی آواز کان میں پڑتی فوراً نہایت مستعدی سے اُٹھتے اور دو مختصر رکعت سنت ادا کر کے نماز فجر پڑھانے مسجد نبوی میں تشریف لے جاتے۔ نماز فجر کے بعد سے طلوع آفتاب تک اگر کوئی اور مصروفیت نہ ہوتی تو صحابہ کے درمیان دن گزارتے۔ زمانہ جاہلیت کی باتیں بھی سنتے۔ آپؐ پوچھتے کہ اگر کسی کو کوئی خواب آئی ہے تو سنائیے۔اچھی خواب پسند فرماتے اور اس کی تعبیر بیان کرتے۔کبھی اپنی کوئی خواب بھی سنا دیتے۔ اگر کسی صحابی کو تین دن سے زیادہ غیر حاضر پاتے اس کے بارہ میں پوچھتے اگر وہ سفر پر ہوتا تو اس کے لئے دعا کرتے۔شہر میں ہوتا تو اس کی ملاقات کو بھی جاتے۔ اور اگر بیمار ہوتا تو اس کی عیادت کو تشریف لے جاتے۔ظہر کے بعد گھر میں حسب حالات کچھ قیلولہ فرما لیتے اور فرمایا کرتے کہ قیلولہ کے ذریعے رات کی عبادت کیلئے مدد حاصل کیا کرو۔ آپؐ کی مجالس میں صحابہ جاہلیت کے قصے سناتے رہتے اور رسولؐ بھی آپ کے ساتھ مسکراتے۔ آپ کی محفل نہایت بے تکلف اور مزے دار ہوتی تھی۔ اتنی روح پرور کہ صحابہ جنت اور جہنم کو قریب محسوس کرتے تھے۔مگر بعد میں جب یہ کیفیت جاتی رہتی تو رسولؐ اللہ سے پوچھتے کہ لگتا ہے ہم منافق ہو گئے ہیں تو آپؐ فرماتے کہ تم ہمیشہ اس اعلیٰ درجہ کی کیفیت میں نہیں رہ سکتے۔ انسان کی کیفیات بدلتی رہتی ہیں۔ ایمان گھٹتا بڑھتا رہتا ہے ورنہ انسان انسان نہ رہے فرشتہ بن جائے۔عشاء سے قبل سونا آپؐ کو پسند نہ تھا تا کہ نماز عشاء نہ رہ جائے اور عشاء کے بعد بلاوجہ زیادہ دیر تک فضول باتیں پسند نہ فرماتے تھے۔ البتہ بعض اہم دینی کاموں کیلئے آپؐ صحابہ کرام سے عشاء کے بعد مشورہ جات بھی لیتے۔ نبی کریمؐ ہر کام اللہ کا نام لے کر شروع کرتے، فرماتے تھے کہ اس کے بغیر کام بے برکت ہوتے ہیں۔ فراغت و مصروفیت ہر حال میں اللہ کو یاد رکھتے تھے۔ الغرض آپؐ ''دست درکار و دل بایار'' کے حقیقی مصداق تھے۔ ہر موقع اور محل کے لئے آپؐ سے دعائیں ثابت ہیں۔ صبح اٹھتے ہوئے خیر و برکت کی دعا مانگتے تو شام کو انجام بخیر کی۔ گھر سے جاتے اور آتے ہوئے، مسجد داخل ہوتے اور نکلتے ہوئے، کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں، بیت الخلاء جاتے آتے، بازار جاتے ہوئے، سفر پر روانہ ہوتے ہوئے، سوتے اور جاگتے وقت ہر حال میں خدا کی طرف رجوع کرتے اور اسے ہی سہارا بنا کر دعا کرتے۔ آپؐ مجلس میں بیٹھے ہوئے استغفار فرماتے۔ دعاؤں میں زیادہ الحاح اور تضرّع کے وقت یَا حَیُّ یَا قَیُّوۡمُ پڑھ کر دعا کرتے۔مصیبت کے وقت آسمان کی طرف سر اٹھا کر سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡعَظِیۡمُ پڑھتے۔مجلس میں چھینک آنے پر دھیمی آواز میں الحمد للہ کہتے اور کسی دوسرے کو چھینک آنے پر یَرۡحَمُکَ اللّٰہُ کی دعا دیتے۔اسی طرح مختلف قسم کی برائیوں سے بچنے کے لیے خاص دعائیں فرماتے نیز دنیاوی شر اور اشیاء کی بدبختی سے بچنے کے لیے دعا کا سہارا لیتے۔ دل کی مختلف کیفیات کے لیے مختلف دعائیں کرتے۔مومنین کی جماعت پر جب بھی کوئی خوف کی حالت آتی تو فوراً آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور ان کی دلی تسکین کے واسطے اپنے محبوب حقیقی کے حضور فریاد کرتے۔ بارش نہ ہونے پر آپ ﷺ دعا کرتے۔ اور اگر بارش کی کثرت کی وجہ سے پریشانی ہو تو دعا کرتے۔ رزق و مال میں برکت کے لیے دعا کرتے، لوگوں کی ہدایت کے لیے دعائیں کرتے، بیماری سے شفایابی کے لیے، بری نظر سے بچنے کے لیے، بُرا خواب دیکھنے پر، بجلی کڑکنے پر، کسوف وخسوف پر، کسی کی تیمار داری کے واسطے اور کسی کے وفات پانے پر دعا کرتے۔

شرک سے بیزاری اور عشقِ الٰہی

حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرک و بت پرستی کے تاریک دور میں قیام توحید کا عظیم الشان کام لیا جانا تھا۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے آغاز سے ہی آپؐ کے دل میں توحید کی محبت اور بت پرستی سے نفرت رکھ دی تھی اور اپنی خاص مشیّت سے آپؐ کو ہر قسم کے شرک سے محفوظ رکھا۔ ایک دفعہ اپنی پھوپھیوں کے اصرار پر آپؐ ''بُوانہ'' نامی بت کے پاس گئے مگر سخت خوفزدہ ہو کر واپس آ گئے اور کہنے لگے۔ میں نے وہاں ایک عجیب منظر دیکھا ہے۔ پوچھا گیا آپؐ نے کیا دیکھا ہے؟ آپؐ نے بتایا کہ جونہی میں بت کے قریب جانے لگتا تھا تو سفید رنگ اور لمبے قد کا ایک شخص چلّا کر کہتا تھا کہ اے محمدؐ! پیچھے رہو اور اس بت کو مت چھوؤ۔ بعد میں پھوپھیوں نے بھی بتوں کے پاس جانے کے لئے اصرار چھوڑ دیا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ آپؐ کو ایسی مشرکانہ رسوم سے محفوظ رکھا۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد 1 ص 58 مطبوعہ بیروت)

رسول اللہؐ کی محبت الٰہی کا یہ حال تھا کہ حضرت داؤدؑ کی یہ دعا بڑے شوق سے اپنی دعاؤں میں شامل کرتے تھے۔

''اے اللہ میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور اُس کی محبت بھی جو تجھ سے محبت کرتا ہے۔ میں تجھ سے ایسے عمل کی توفیق مانگتا ہوں جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے۔ اے اللہ! اپنی اتنی محبت میرے دل میں ڈال دے جو میری اپنی ذات، میرے مال، میرے اہل اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ ہو۔''

(ترمذی کتاب الدعوات باب جاء فی عقد التسبیح باللہ:3490)

توحید کے اقرار کا بھی آپؐ کو بہت لحاظ تھا۔ ایک دفعہ ایک انصاری نے عرض کیا کہ میرے ذمہ ایک مسلمان لونڈی آزاد کرنا ہے۔ یہ ایک حبشی لونڈی ہے اگر آپؐ سمجھتے ہیں کہ یہ مومن ہے تو میں اسے آزاد کر دیتا ہوں۔ آنحضورؐ نے اس لونڈی سے پوچھا کہ کیا تم گواہی دیتی ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ آپؐ نے فرمایا کیا گواہی دیتی ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا کیا یوم آخرت پر ایمان لاتی ہو؟ اس نے کہا ہاں۔ آپؐ نے فرمایا ''اسے آزاد کر دو۔ یہ مومن عورت ہے۔'' رسول اللہؐ کی شریعت کا پہلا سبق ہی کلمہ توحید لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تھا۔ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپؐ

کا اوڑھنا بچھونا توحید ہی تھا۔ صبح وشام خدا کی توحید کا دم بھرتے تھے۔ دن چڑھتا تو آپؐ کے لبوں پر یہ دعا ہوتی۔ ’’ہم نے اسلام کی فطرت اور کلمۂ اخلاص (یعنی توحید) پر اور اپنے نبی محمدؐ کے دین اور اپنے باپ ابراہیمؑ کی ملت پر صبح کی جو موحّد تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔‘‘ شام ہوتی تو یہ دعا زبان پر ہوتی۔ ’’ہم نے اور سارے جہان نے اللہ کی خاطر شام کی ہے اور تمام تعریف اللہ کے لئے ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ بادشاہت اسی کی ہے۔ تمام تعریفوں کا وہی مالک ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔‘‘

(مسلم کتاب الذکر باب التعوذ من شر ما عمل 6569)

حضرت مقداد بن عمرو کندیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریمؐ سے پوچھا کہ اگر کسی کافر کے ساتھ میدان جنگ میں میرا مقابلہ ہو، وہ میرا ہاتھ کاٹ دے اور کسی درخت کی آڑ لے کر مجھ سے بچنے کی خاطر کہہ دے کہ میں اللہ کی خاطر مسلمان ہوتا ہوں تو کیا اس کلمے کے بعد میں اسے قتل کرنے کا حق رکھتا ہوں۔ فرمایا ’’نہیں تم اسے ہرگز قتل نہ کرو۔‘‘ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے میرا ہاتھ کاٹا ہے اور اس کے بعد مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ’’اسے قتل نہ کرو۔ اگر تم اسے قتل کرو گے تو وہ مسلمان اور تم کافر سمجھے جاؤ گے۔‘‘

(بخاری کتاب المغازی باب شہود الملائکۃ بدراً)

رسول کریمؐ کی ہر بات کی تان توحیدِ الٰہی اور عظمت باری پر جا کر ٹوٹتی تھی۔ آپؐ کی اونٹنی عضباء بہت تیز رفتار تھی جس سے آگے کوئی اور اونٹنی نہ نکل سکتی تھی۔ ایک دفعہ ایک اعرابی نے اپنی اونٹنی اُس کے ساتھ دوڑائی اور آگے نکل گیا۔ صحابہ کو بڑا رنج ہوا مگر رسول کریمؐ نے عجب طمانیت کے ساتھ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دنیا کی کسی بھی چیز کو اونچا کرتا ہے تو لازم ہے کہ اسے نیچا بھی کرے کیونکہ سب سے اونچی خدا کی ذات ہے۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب فی کراھیۃ الرفعۃ فی الامور)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’ہم کس زبان سے خدا کا شکر کریں جس نے ایسے نبی کی پیروی ہمیں نصیب کی جو سعیدوں کی ارواح کے لیے آفتاب ہے جیسے اجسام کے لیے سورج۔ وہ اندھیرے کے وقت ظاہر ہوا اور دنیا کو اپنی روشنی سے روشن کر دیا۔ وہ نہ تھکا نہ ماندہ ہوا جب تک کہ عرب کے تمام حصہ کو شرک سے پاک نہ کر دیا۔‘‘

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 302 تا 303)

آنحضرت ﷺ کی عبادت گزاری اور حمد وثناء

ہمارے نبی کریم حضرت محمد ﷺ فَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ وَاعْبُدُوْا پس اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤ اور عبادت کرو۔ (النجم 63) کی عملی تصویر تھے۔ عین عالمِ جوانی میں آپؐ دنیا کی دلچسپیوں سے بیزار غار حرا کی تنہائیوں میں جا کر محبوب حقیقی کو یاد کرتے تھے۔ جس میں آپؐ کی زندگی کا سارا لطف تھا۔ دن ہو یا رات، خلوت ہو یا جلوت عالم خواب ہو یا بیداری کبھی بھی آپؐ اپنے ربّ کی یاد نہیں بھولے۔ رسول اللہؐ کی یادِ الٰہی کی اصل معراج آپؐ کی نماز تھی۔ جس میں آپؐ کی آنکھوں اور دل کی ٹھنڈک تھی۔ نبی کریمؐ کا دل ہر وقت نماز میں ہی اٹکا ہوتا تھا۔ حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ کہتے ہیں کہ ایک رات مجھے نبی کریم ﷺ کے ساتھ رات کو عبادت کرنے کی توفیق ملی۔ آپؐ نے پہلے سورہ بقرہ پڑھی۔ آپؐ کسی رحمت کی آیت سے نہیں گزرتے تھے مگر وہاں رک کر دعا کرتے اور کسی عذاب کی آیت سے نہیں گزرے مگر رک کر پناہ مانگتے۔ پھر نماز میں قیام کے برابر آپؐ نے رکوع فرمایا۔ جس میں تسبیح وتحمید کرتے رہے۔ پھر قیام کے برابر سجدہ کیا۔ سجدہ میں بھی تسبیح اور دعا پڑھتے رہے۔ پھر کھڑے ہو کر آل عمران کی تلاوت کی۔ پھر اس کے بعد ہر رکعت میں ایک ایک سورۃ پڑھتے رہے۔ (ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب ما یقول الرجل فی رکوعہ وسجودہ)

جب کوئی خوشی کی خبر آتی تو رسول کریمؐ فوراً خدا کے حضور سجدہ میں گر جاتے اور سجدہ شکر بجالاتے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ مکہ سے مدینہ واپس لوٹ رہے تھے۔ جب ہم عزوراء مقام پر پہنچے وہاں حضورؐ اترے۔ آپؐ نے ہاتھ اٹھائے اور کچھ وقت دعا کی۔ پھر حضورؐ سجدے میں گر گئے۔ لمبی دیر سجدے میں رہے۔ پھر کھڑے ہوئے اور ہاتھ اُٹھا کر دعا کی۔ پھر سجدے میں گر گئے۔ آپؐ نے تین دفعہ ایسے کیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے دعا مانگی تھی اور اپنی امت کیلئے شفاعت کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے میری امت کی ایک تہائی کی شفاعت کی اجازت دی۔ میں اپنے رب کا شکرانہ بجالانے کیلئے سجدے میں گر گیا اور سر اُٹھا کر پھر اپنے رب سے امت کیلئے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے مزید ایک تہائی اپنی امت کی شفاعت کیلئے اجازت مرحمت فرمائی۔ میں نے پھر شکرانے کا سجدہ بجالایا۔ پھر سر اُٹھایا اور امت کیلئے اپنے رب سے دعا کی تب اللہ تعالیٰ نے میری امت کی تیسری تہائی کی بھی شفاعت کے لئے مجھے اجازت عطا فرمادی اور میں اپنے رب کے حضور سجدۂ شکر بجالانے کے لئے گر گیا۔ (ابوداؤد کتاب الجھاد باب فی سجود الشکر)

ایک اور جگہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریمؐ مسجد میں تشریف لائے اور قبلہ رُو ہو کر سجدے میں گر گئے اور بہت لمبا سجدہ کیا۔ یہاں تک کہ ہمیں گمان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے شاید آپؐ کی روح قبض کر لی ہے۔ میں آپؐ کے قریب ہوا تو آپؐ اُٹھ بیٹھے اور پوچھا کون ہے؟ میں نے عرض کیا عبدالرحمن۔ فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی روح تو قبض نہیں کر لی۔ آپؐ نے فرمایا میرے پاس جبریلؑ آئے تھے انہوں نے مجھے یہ خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کے حق میں فرماتا ہے کہ جو آپؐ پر درود بھیجے گا میں اس پر اپنی رحمتیں نازل کروں گا اور جو آپؐ پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلامتی بھیجوں گا۔ یہ سُن کر میں اللہ تعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر بجالایا ہوں۔ (مسند احمد حدیث 1664) رسول کریم ﷺ فرماتے کہ انسان حالتِ سجدہ میں اپنے رب کے بہت قریب ہوتا ہے۔ پس تم اس وقت کثرت سے دعائیں کیا کرو۔ رسول کریمؐ صحابہ کو دعا کے آداب بھی سکھاتے تھے۔ ایک دفعہ آپؐ ایک شخص کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ جو چوزے کی طرح کمزور ہو چکا تھا۔ رسول کریمؐ نے اس کی حالت بھانپ کر فرمایا کیا تم کوئی خاص دعا کرتے تھے وہ کہنے لگا ہاں میں دعا کرتا تھا کہ اے اللہ تو نے جو سزا مجھے دینی ہے۔ آخرت کی بجائے اسی دنیا میں دے لے۔ رسول کریمؐ نے فرمایا ’’اللہ پاک ہے تمہیں اس سزا کی برداشت کہاں ہے؟ تمہیں یہ دعا کرنی چاہیئے تھی! اَللّٰھُمَّ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ ہمارے آقا ومولیٰ کا اٹھنا بیٹھنا اور اوڑھنا بچھونا تو دعا ہی تھا، آپؐ کے ہر کام کا آغاز بھی دعا سے ہی ہوتا تھا اور دعاؤں سے ہی آپؐ کے کام انجام کو پہنچتے تھے۔ عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ہم نے خدا کے سچے واسطے دے کر محمدؐ سے بڑھ کر دعا کرنے والا کوئی نہیں سنا۔ ہمارے لیے تو اس دعاؤں کے رسولؐ نے یہ اسوہ چھوڑا ہے کہ جنگ بدر کے موقعہ پر جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتوحات کے وعدے تھے اور فرشتوں کی فوجیں مسلمانوں کی مدد کے لیے نازل کی گئی تھیں تب بھی آپ ﷺ اپنے خیمہ میں خدا کے حضور نماز و دعاؤں میں مشغول تھے۔ آخری ایام میں بھی آپ ﷺ کو اگر کسی چیز کی فکر لاحق تھی تو وہ نماز تھی۔ پیارے آقا ﷺ شدید بخار میں مبتلا تھے مگر گھبراہٹ کے عالَم میں بھی بار بار پوچھتے تھے، کیا نماز کا وقت ہو گیا؟ آپؐ دو اصحاب کے کندھوں سے سہارا لے کر مسجد میں تشریف لے گئے اور نماز ادا کی۔ آپؐ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپؐ اس قدر لمبی نمازیں پڑھتے تھے کہ آپؐ کے پاؤں متورم ہو جایا کرتے تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ آپؐ کی عبادات کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں۔

’’دُنیا میں یکدفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا۔ اور نہ کسی کان نے سُنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دُعائیں ہی تھیں جنہوں نے دُنیا میں شور مچا دیا‘‘۔

(برکات الدعا، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 11)

آپؐ کی زندگی کا مرکزی نقطہ قرآنِ کریم کا پڑھنا و پڑھانا

قرآن کریم آپؐ کے بارے کہتا ہے کہ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَھَّرَۃً یعنی اللہ کا رسول مطہر صحیفے پڑھتا تھا۔ (البیّنۃ: 3) آپؐ کی تلاوت کی عظمت اور شان کے بارے میں قرآن یوں گواہی دیتا ہے۔ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ (البقرہ: 122)

یعنی جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی اسی طرح تلاوت کرتے ہیں جیسے تلاوت کا حق ہے۔ آپؐ حکم الٰہی کے مطابق خوبصورت لحن اور ترتیل کے ساتھ ایسی تلاوت کرتے تھے کہ تلاوت کا حق ادا ہو جاتا تھا۔ حضرت انسؓ سے پوچھا گیا کہ رسول کریمؐ کی تلاوت کیسی ہوتی تھی؟ انہوں نے کہا آپؐ لمبی تلاوت کرتے تھے۔ پھر انہوں نے بسم اللہ پڑھ کر سنائی۔ اسے لمبا کیا پھر الرحمان کو لمبا کر کے پڑھا پھر الرحیم کو۔ حضرت ابوھریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی چیز کو کان لگا کر توجہ سے نہیں سنتا جتنا نبی کریمؐ کی تلاوت قرآن کو سنتا ہے۔ جب وہ خوبصورت لحن اور غنا کے ساتھ آواز بلند اس کی تلاوت کرتے ہیں۔ دن بھر گاہے بگاہے اور خصوصاً نمازوں میں نازل ہونے والی تازہ قرآنی وحی کے تکرار اور دہرائی کا اہتمام تو ہوتا

ہی تھا۔عموماً رات کو بھی زبان پر قرآن ہی ہوتا۔حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ کبھی رات کو اچانک آنکھ کھل جاتی تو زبان پر اللہ تعالیٰ کی عظمت کی یہ آیات جاری ہوتیں۔ وَمَامِنْ اِلٰہٍ اِلَّا اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَابَیْنَھُمَا الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ

یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ صاحب جبروت ہے نیز آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، ان کا رب ہے اور غالب اور بخشنے والا ہے۔ (صٓ:66۔67)

نبی کریمؐ قرآن شریف کے مضامین میں ڈوب کر تلاوت کرتے تھے اور اس کے گہرے اثرات آپؐ کی طبیعت پر ہوتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! آپؐ کے بالوں میں سفیدی آنی لگی ہے۔فرمایا:ہاں! مجھے سورۂ ھود، الواقعہ، المرسلات،النبأ اور التکویر نے بوڑھا کر دیا ہے۔بعض اوقت کلام الٰہی سن کر رسول کریمؐ پر رقت طاری ہوجاتی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے تھے۔آپؐ ظہر وعصر کی نمازوں میں سورۃ الفاتحہ کے بعد بعض سورتوں کی خاموش تلاوت فرماتے تھے اور مغرب،عشاء اور فجر میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ کسی سورت یا حصہ قرآن کی باآواز بلند تلاوت فرماتے۔ نبی کریمؐ جمعہ اور عیدین کے موقع پر سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ الغاشیہ کی تلاوت فرماتے تھے۔حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت فرماتے۔ آپؐ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پڑھ کر ٹھہر جاتے، پھر الرحمٰن الرحیم پڑھ کر ٹھہر جاتے۔ پھر مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ پڑھتے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہر رات رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر پر لیٹتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا لیتے اور ان میں پھونک مارتے اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھتے۔ پھر جس قدر ممکن ہوتا اپنے جسم پر دونوں ہاتھ پھیرتے اور اپنے سر سے شروع کرتے اور بدن کے اگلے حصہ پر پھیرتے۔آپؐ تین بار ایسا کرتے۔

اہل خانہ کے ساتھ محبت و اُلفت اور پیار و نیاز

گھر میں بے تکلفی سے اور خوش رہتے۔ کبھی بیویوں کو کہانیاں اور قصے بھی سناتے۔ اہل خانہ سے حد درجہ کی نرمی اور اکرام کا سلوک فرماتے۔گھریلو زندگی کا ایک نہایت دلکش اور قابل رشک نظارہ خود حضرت عائشہؓ کی زبانی سنیئے۔آپؓ بیان فرماتی ہیں کہ میں گھر میں بیٹھی چرخے پر سوت کات رہی تھی اور نبی کریمؐ اپنے جوتے کی مرمت فرما رہے تھے کہ آپؐ کی پیشانی مبارک پر پسینہ آ گیا۔پسینہ کے قطرے آپؐ کے پُرنور چہرے پر دمک رہے تھے اور ایک روشنی ان سے پھوٹ رہی تھی۔ میں محو حیرت ہو کر یہ حسین نظارہ دیکھنے میں مگن تھی کہ ناگہاں رسول اللہؐ کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔آپؐ نے میری حالت بھانپ کر فرمایا کہ اے عائشہؓ! تم اتنی کھوئی کھوئی اور حیران وششدر کیوں ہو؟ میں نے عرض کیا کہ ابھی جو آپؐ کی پیشانی مبارک پر پسینہ آیا تھا تو اس کے قطرات سے ایک عجب نور پھوٹتے ہوئے میں نے دیکھا۔ اگر شاعر ابوکبیر ھُذلی آپؐ کو اس حال میں دیکھ لیتا تو اسے ماننا پڑتا کہ اس کے شعر کے مصداق آپؐ ہی ہیں۔ رسول کریمؐ نے فرمایا: اچھا! ابوکبیر کے وہ شعر تو سناؤ؟ میں نے شعر سنائے جن میں ایک شعر کا ترجمہ یوں ہے۔''تم میرے محبوب کے روشن چہرے کے خدوخال کو دیکھو تو تمہیں اس کی چمک دمک بادل سے چمکنے والی بجلی کی طرح معلوم ہو''۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یہ شعر سن کر رسول کریمؐ جوش محبت اور فرطِ مسرت سے اٹھ کھڑے ہوئے اور میری پیشانی کا بوسہ لے کر فرمانے لگے۔ اے عائشہؓ! اللہ آپ کو بہترین جزا عطا فرمائے۔شاید تم نے مجھے اس حال میں دیکھ کر اتنا لطف نہیں اُٹھایا ہوگا۔جتنا مزا مجھے آپ سے یہ شعر سن کر آیا ہے۔

(سنن البیھقی جلد 7، صفحہ 422،دائرہ المعارف حیدر آباد)

گھر میں بیک وقت نو بیویاں رہیں۔آپؐ ہمیشہ ان میں عدل فرماتے۔ان میں سے کسی کو سفر پر ہمراہ لے جانے کے لئے فیصلہ قرعہ اندازی سے فرماتے۔مدینہ سے رخصت ہوتے وقت سب سے آخر میں اپنی لختِ جگر حضرت فاطمہؓ سے مل کر جاتے اور واپسی پر مسجد نبوی میں دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ سے ہی آ کر ملتے۔مغرب کے بعد سب بیویاں اس گھر میں جمع ہوجاتیں جہاں حضورؐ کی باری ہوتی۔ وہاں ان کے ساتھ مجلس فرماتے۔ آپؐ کے شب و روز کے حسن خُلق اور اخلاق کریمانہ کا نتیجہ ہی تو تھا کہ آپ کی بیویوں نے آپ کے گھر کی سادہ اور غریبانہ زندگی کے مقابل پر دنیا کی زیب وزینت اور مال ومتاع کی ہر طرح کی پیشکش کو ٹھکرا دیا تھا۔

(ماخذ۔اسوۂ انسانِ کامل از مکرم حافظ مظفر احمد صاحب)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جماعت کو آپ ﷺ کے نمونہ پر چلنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ ہمیں اُسوہ رسول پر چلتے ہوئے اپنے اخلاق کو ہر لحاظ سے اور ہر موقع پہ اور ہر جگہ اور ہر صورت میں بہتر سے بہتر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے اخلاق کے معیار اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ہوں، نہ کہ دنیا دکھاوے کے لئے۔مخلوق کی سچی ہمدردی ہمارے دلوں میں پیدا ہو۔تقویٰ کے معیار بلند کرنے والے ہم ہوں۔ ہم نے زمانے کے امام کو مانا ہے تو ہماری سوچ ہر وقت یہ رہے کہ ہمارا کوئی عمل اسلام، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعود علیہ السلام کی بدنامی کا باعث نہ بنے بلکہ اسلام کی خوبصورت تعلیم کو ہم پھیلانے والے ہوں اور دنیا کو اس سے متاثر کرنے والے ہوں اور اس سے بڑھ کر یہ کہ ہم اپنے اخلاق کے معیاروں کو بڑھانے کی ہر وقت کوشش کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کے آگے جھک کر دعا سے کام لیتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اس کے حصول کے لئے مدد طلب کرنے والے ہوں''۔ آمین

(خطبہ جمعہ فرمودہ 2/ مارچ 2018ء۔مطبوعہ الفضل انٹر نیشل 23 مارچ 2018ء صفحہ 8)

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

(بخاری۔ کتاب الھبۃ۔ باب الھدیۃ المشرکین)

تو جہاں تک انسانیت کا سوال ہے، صرف والدہ کا سوال نہیں، اس کے ساتھ تو صلہ رحمی کا سلوک کرنا ہی ہے، حسن سلوک کرنا ہی ہے لیکن یہاں سوال یہ ہے کہ اگر انسانیت کا سوال آئے، کسی سے صلہ رحمی کا سوال آئے یا مدد کا سوال آئے تو اپنے دوسرے عزیزوں رشتہ داروں سے بھی بلکہ غیروں سے بھی حسن سلوک کا حکم ہے۔

پھر ایک روایت ہے حضرت اَبُو اُسَید اَلسَّاعِدِیؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ بنی سلمہ کا ایک شخص حاضر ہوا اور پوچھنے لگا کہ یارسول اللہ! والدین کی وفات کے بعد کوئی ایسی نیکی ہے جو میں ان کے لئے کرسکوں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں کیوں نہیں۔تم ان کے لئے دعائیں کرو۔ان کے لئے بخشش طلب کرو، انہوں نے جو وعدے کسی سے کر رکھے تھے انہیں پورا کرو۔ ان کے عزیز و اقارب سے اسی طرح صلہ رحمی اور حسن سلوک کرو جس طرح وہ اپنی زندگی میں ان کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ اور ان کے دوستوں کے ساتھ عزت و اکرام کے ساتھ پیش آؤ۔ (ابو داؤد۔ کتاب الادب۔ باب فی بر الوالدین)۔

تو یہ ہے ماں باپ سے حسن سلوک کہ زندگی میں تو جو کرنا ہے وہ تو کرنا ہی ہے، مرنے کے بعد بھی ان کے لئے دعائیں کرو، ان کے لئے مغفرت طلب کرو اور اس کے علاوہ ان کے وعدوں کو بھی پورا کرو، ان کے قرضوں کو بھی اتارو۔بعض دفعہ بعض موصی وفات پا جاتے ہیں۔ وہ تو بے چارے فوت ہو گئے انہوں نے اپنی جائیداد کا 1/10 حصہ وصیت کی ہوتی ہے لیکن سالہا سال تک ان کے بچے، ان کے لواحقین ان کا حصہ وصیت ادا نہیں کرتے بلکہ بعض دفعہ انکار ہی کر دیتے ہیں، ہمیں اس کی توفیق نہیں۔ گویا ماں باپ کے وعدوں کا پاس نہیں کر رہے، ان کی کی ہوئی وصیت کا کوئی احترام نہیں کر رہے۔ والدین سے ملی ہوئی جائیدادوں سے فائدہ تو اٹھا رہے ہیں لیکن ان کے جو وعدے ان ہی کی جائیدادوں سے ادا ہونے والے ہیں وہ ادا کرنے کی طرف توجہ کوئی نہیں۔ جبکہ اس جائیداد کا جو دسواں حصہ ہے وہ تو بچوں کا ہے ہی نہیں۔ وہ تو اس کی پہلے ہی وصیت کر چکے ہیں۔تو وہ جو ان کی اپنی چیز نہیں ہے وہ بھی نہیں دے رہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے بچوں کو عقل اور سمجھ دے کہ وہ اپنے والدین کے وعدوں کو پورا کرنے والے بنیں۔ یہاں تو یہ حکم ہے کہ صرف ان کے وعدوں کو ہی پورا نہیں کرنا بلکہ ان کے دوستوں کا بھی احترام کرنا ہے، ان کو بھی عزت دینی ہے اور ان کے ساتھ جو سلوک والدین کا تھا اس سلوک کو جاری رکھنا ہے۔

پھر ایک روایت ہے آنحضرت ﷺ کی رضاعی والدہ حلیمہ مکہ آئیں اور حضور سے مل کر قحط اور مویشیوں کی ہلاکت کا ذکر کیا۔حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ سے مشورہ کیا اور رضاعی ماں کو چالیس بکریاں اور ایک اونٹ مال سے لدا ہوا دیا۔ (طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ 113 مطبوعہ بیروت 1960)

اب خدمت صرف حقیقی والدین کی نہیں ہے بلکہ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کا اسوۂ حسنہ تو یہ ہے کہ اپنی رضاعی والدہ کی بھی ضرورت کے وقت زیادہ سے زیادہ خدمت کرنی ہے۔ اور اس کوشش میں لگے رہنا ہے کہ کسی طرح مَیں حق ادا کروں۔ اور یہاں اس روایت میں ہے کہ مال چونکہ حضرت خدیجہ کا تھا، وہ بڑی امیر عورت تھیں اور گو کہ آپ نے اپنا تمام مال آنحضرت ﷺ کے سپرد کر دیا تھا، آپ کے تصرف میں دے دیا تھا، آپ کو اجازت تھی کہ جس طرح چاہیں خرچ کریں لیکن پھر بھی حضرت خدیجہ سے مشورہ کیا اور ہمیں ایک اور سبق بھی دے دیا۔بعض لوگ اپنی بیویوں کا مال ویسے ہی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو ان کے تصرف میں نہیں بھی ہوتا ان کے لئے بھی سبق ہے۔

(خطبہ جمعہ 16/ جنوری 2004ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

مرسلہ: قیصر شیراز

امام وقت کی بیعت اور صحبت

انسانی فطرت ہے کہ وہ اپنے اردگرد ہونے والی سماجی سرگرمیوں، نظریات اور مذہبی رجحانات سے متاثر ہوتا ہے اور جب بھی کوئی جاذب نظرعقیدہ، ارادت یا رویہ ملتا ہے تو اسی اسوہ کو اپنالیتا ہے اور اسی رنگ کو اپنی ذات پر اوڑھ لیتا ہے۔ یہی صحبت اسکی اخلاقی اور روحانی تراش خراش کرتی ہے جو بالآخر اسے ایک عام انسان سے باخدا انسان بنا دیتی ہے۔ انبیاءکرام اور انکے خلفاء اللہ تعالیٰ کے اذن اور حکم سے بنی نوع انسان کی ہمدردی میں اس روحانی صحبت اور ماحول کو قائم کرنے کے سب سے اولین ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اور اسی غرض کی تکمیل میں اپنی کل عمر صرف کر دیتے ہیں۔

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

کل انسانی تاریخ میں ہمارے ہادی ٔ کامل حضرت اقدس محمد مصطفیٰﷺ کا وجود کامل اس نسبت سے سب سے اثر انگیز اور پر کیف ہے کہ لاکھوں روحانی مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہوگئے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

صَادَفْتَهُم قَوْماً كَرَوْثٍ ذِلَّةً
فَجَعَلْتَهُمْ كَسِبيكَةِ الْعِقْيَانِ

یعنی آپؐ نے ان کو گوبر کی مانند پایا اور اپنی قوت قدسی سے سونے کی ڈلی بنا دیا۔

بیعت کی اہمیت اور حقیقت

آپؐ کا یہ طریق تھا کہ آپ لوگوں سے رابطہ و نسبت رکھنے کیلئے اپنے ماننے والوں سے بیعت لیا کرتے تھے۔

بیعت کے لغوی معنیٰ عقد، اتفاق، معاہدہ، اور بِک جانا کے ہیں۔ جبکہ اصطلاحاً صوفیاء کے نزدیک ایسا عہد جو کسی نبی، ولی یا خلیفہ کے ہاتھ پر دینی اور دنیاوی امور کی نسبت کیا جائے وہ بیعت کہلاتا ہے۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰﷺ نے امام مہدی علیہ السلام کی نسبت بھی اپنی امت کو تاکیدی حکم دیتے ہوئے فرمایا:

"جب تم اسے دیکھو تو اس کی ضرور بیعت کرنا خواہ تمہیں برف کے تودوں پر گھٹنوں کے بل بھی جانا پڑے۔ کیونکہ وہ خدا کا خلیفہ مہدی ہوگا۔"

(مستدرک حاکم کتاب الفتن و الملاحم باب خروج المہدی)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"معرفت کے حصول کیلئے ضروری ہے کہ اول خدا شناس ہو۔ خدا شناسی حاصل نہیں ہوتی جب تک کسی خدا نما انسان کی مجلس میں صدق نیت اور اخلاص کے ساتھ ایک کافی مدت تک نہ رہے"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 22-21)

"A man is know by the company he keeps"

انگریزی زبان کا ایک مشہور محاورہ ہے۔

انسان اپنی صحبت سے ہی پہچانا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ اس متعلق فرماتے ہیں:

"قرآن شریف میں آیا ہے قد افلح من زکھا اس سے اس نے نجات پائی جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا۔ تزکیہ نفس کے واسطے صحبت صالحین اور نیکوں کیساتھ تعلق پیدا کرنا بہت مفید ہے۔ جھوٹ وغیرہ اخلاص رذیلہ دور ہونے چاہئیں۔ اور جو راہ پر چل رہا ہے اس سے راستہ پوچھنا چاہیے۔ اپنی غلطیوں کو ساتھ ساتھ درست کرنا چاہیے جیسا کے غلطیاں نکالنے کے بغیر املا درست نہیں ہوتا۔ ویسا ہی غلطیاں نکالنے کے بغیر اخلاق بھی درست نہیں ہوتے"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 309)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اذن الٰہی کے ماتحت حق کے طالبوں کیلئے یکم دسمبر 1888ء میں ''تبلیغ'' کے نام سے ایک اشتہار ِعام چھپوایا۔ جس میں آپؑ فرماتے ہیں:

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبتِ مولیٰ کا راہ سیکھنے کے لئے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدارانہ زندگی کے چھوڑنے کیلئے مجھ سے بیعت کریں۔

(مجموعہٴ اشتہارات جلد اول صفحہ 188)

حضرت اقدسؑ اپنی آمد کی غرض بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تا ایمانوں کو قوی کروں اور خدا تعالیٰ کا وجود لوگوں پر ثابت کر کے دکھلاؤں کیونکہ ہر ایک قوم کی ایمانی حالتیں نہایت کمزور ہوگئی ہیں اور عالم آخرت صرف ایک افسانہ سمجھا جاتا ہے اور ہر ایک انسان اپنی عملی حالت سے بتا رہا ہے کہ وہ جیسا کہ یقین دنیا اور دنیا کی جاہ و مراتب پر رکھتا ہے اور جیسا کہ اس کو بھروسہ دنیوی اسباب پر ہے یہ یقین اور یہ بھروسہ ہرگز اس کو خدا تعالیٰ اور عالم آخرت پر نہیں۔ زبانوں پر بہت کچھ ہے مگر دلوں میں دنیا کی محبت کا غلبہ ہے۔ حضرت مسیح نے اسی حالت میں یہود کو پایا تھا اور جیسا کے ضعف ایمان کا خاصہ ہے یہود کی اخلاقی حالت بھی بہت خراب ہوگئی تھی اور خدا کی محبت ٹھنڈی ہوگئی تھی۔ اب میرے زمانے میں بھی یہی حالت ہے۔ سو میں بھیجا گیا ہوں کہ تا سچائی اور ایمان کا زمانہ پھر آوے اور دلوں میں تقویٰ پیدا ہو۔ سو یہی افعال میرے وجود کی علت غائی ہیں مجھے بتلایا گیا ہے کہ پھر آسمان زمین سے نزدیک ہوگا۔ بعد اس کے کہ بہت دور ہوگیا تھا۔ سو میں ان ہی باتوں کا مجدد ہوں اور یہی کام ہیں جن کے لئے میں بھیجا گیا ہوں۔''

(روحانی خزائن جلد 13 حاشیہ کتاب البریہ صفحہ 291 تا 294)

بیعت کے ذریعہ سے میسر آنے والی صحبت کی غرض و غایت اور بعد میں آنے والی روحانی تبدیلیوں کے متعلق حضورؑ فرماتے ہیں:

"ہمارا کام اور ہماری غرض یہ ہے کہ تم اپنے اندر ایک تبدیلی پیدا کرو۔ اور بالکل ایک نئے انسان بن جاؤ۔ اس لئے ہر ایک کو تم میں سے ضروری ہے کہ وہ اس راز کو سمجھے۔ اور ایسی تبدیلی پیدا کرے۔ کہ وہ کہہ سکے کہ میں اور ہوں۔ میں پھر کہتا ہوں کہ یقیناً یقیناً جب تک ایک مدت تک ہماری صحبت میں رہ کر یہ نہ سمجھے کہ میں اور ہو گیا ہوں، اسے فائدہ نہیں پہنچتا"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 72، 73 ایڈیشن 1985ء)

بیعت صرف ظاہری راہ و رسم اور میل ملاقات کا نام نہیں بلکہ خدا شناس انسان کی صحبت میں ایک مناسب وقت تک رہ کر امورِ دینیہ میں اکتساب فیض سے حقیقی اور بامقصد بیعت بنتی ہے۔ چنانچہ حضورؑ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

"یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ صبر کی حقیقت میں سے یہ بھی ضروری ہے کہ کونوا مع الصادقین۔ صادقوں کی صحبت میں رہنا ضروری ہے بہت سے لوگ ہیں جو دور بیٹھ رہتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ کبھی آئیں گے اس وقت فرصت نہیں"

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ سورۃ العصر صفحہ 371

بیعت کیلئے توبہ شرط ہے

"اسی طرح بیعت میں عظیم الشان بات توبہ ہے۔ جس کے معنی رجوع کے ہیں۔ تو یہ اس حالت کا نام ہے کہ انسان اپنے معاصی سے جن سے اُس کے تعلّقات بڑھے ہوئے ہیں اور اُس نے اپنا وطن اُنہیں مقرر کرلیا ہوُا ہے گویا کہ گُناہ میں اس نے بُود و باش مقرر کر لی ہوئی ہے۔ تو توبہ کے معنے یہ ہیں کہ اُس وطن کو چھوڑنا۔ اور رجوع کے معنے پاکیزگی کو اختیار کرنا۔ اب وطن کو چھوڑنا بڑا گراں گزرتا ہے اور ہزاروں تکلیفیں ہوتی ہیں۔ ایک گھر جب انسان چھوڑتا ہے تو کس قدر اُسے تکلیف ہوتی ہے۔ اور وطن کو چھوڑنے میں تو اُس کو سب یار دوستوں سے قطع تعلّق کرنا پڑتا ہے اور سب چیزوں کو مثل چارپائی، فرش و ہمسائے، وُہ گلیاں کُوچے، بازار سب چھوڑ کر ایک نئے مُلک میں جانا پڑتا ہے۔ یعنی اُس (سابقہ) وطن میں کبھی نہیں آتا۔ اس کا نام توبہ ہے۔ معصیت کے دوست اَور ہوتے ہیں اور تقویٰ کے دوست اَور۔ اس تبدیلی کو صوفیاء نے مَوت کہا ہے۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 2 اور 3 ایڈیشن 1984ء)

حضورؑ اپنی صحبت کی تاثیر قدسی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس نے مجھے مبعوث کیا ہے تا میں ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ سے غافل اور بے خبر ہیں اس کی اطلاع دوں اور نہ صرف اطلاع بلکہ جو صدق اور صبر اور وفاداری کے ساتھ اس طرف آئیں انہیں خدا تعالیٰ کو دکھلا دوں"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 5 ایڈیشن 2003ء)

حضرت اقدس اسی تاثیر قدسی سے فیض حاصل کرنے والوں کا ذکر خیر کرتے ہوئے ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

"میں دیکھتا ہوں کہ میری بیعت کرنے والوں

بقیہ صفحہ 8 پر

بقیہ: دربار خلافت...... از صفحہ 2

اور آبادی کے لحاظ سے بھی تیسرا بڑا شہر ہے اور یہاں بھی ابتدا میں ہی 711ء میں مسلمان آ گئے تھے مسلمانوں کی تاریخ بھی اس علاقے میں ملتی ہے، ابھی تک ملتی ہے۔ زرعی لحاظ سے بھی اس جگہ کو مسلمانوں نے ڈویلپ (Develop) کیا ہے۔ بہت سے احمدی جو وہاں کام کرتے ہیں۔ مالٹوں کے باغات میں بہت سے لوگ کام کرتے ہیں۔ یہ مالٹوں کے باغات کو رواج دینا بھی مسلمانوں کے زمانے سے ہی چلا آ رہا ہے۔ تو بہرحال ہم نے اب یہاں مسجد بنانی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے جلد بنانی ہے۔

سپین میں جماعت کی تعداد تو چند سو ہے اور یہ بھی مجھے پتہ ہے کہ آپ لوگوں کے وسائل اتنے زیادہ نہیں ہیں۔ زمینیں بھی کافی مہنگی ہیں۔ امیر صاحب کو جب میں نے کہا وہ ایک دم بڑے پریشان ہو گئے تھے کہ کس طرح بنائیں گے۔ تو میں نے انہیں کہا تھا کہ آپ چھوٹا سا، دو تین ہزار مربع میٹر کا پلاٹ تلاش کریں اور اپنی کوشش کریں۔ اور جماعت سپین زیادہ سے زیادہ کتنا حصہ ڈال سکتی ہے یہ بتائیں۔ کون احمدی ہے جو نہیں چاہے گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کو پورا کرنے والا نہ بنے؟۔ کون ہے جو نہیں چاہے گا کہ جنت میں اپنا گھر بنائے۔ پس آپ لوگ اپنی کوشش کریں باقی اللہ تعالیٰ خود اپنے فضل سے انتظام کر دے گا۔ یہی ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا جماعت سے سلوک رہا ہے۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی رہے گا اور وہ خود انتظام فرما دے گا۔ بہرحال بعد میں امیر صاحب نے لکھا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی تھی یا غلط فہمی ہو گئی تھی کہ میں نے مایوسی کا اظہار کر دیا، بات سمجھا نہیں شاید۔ تو ہم ان شاء اللہ تعالیٰ مسجد بنائیں گے اور دوسرے شہروں میں بھی بنائیں گے۔ تو بہرحال عزم، ہمت اور حوصلہ ہونا چاہئے اور پھر ساتھ ہی سب سے ضروری چیز اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتے ہوئے اس سے دعائیں مانگتے ہوئے، اس سے مدد چاہتے ہوئے کام شروع کیا جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ برکت پڑتی ہے اور پڑے گی۔ تو بہرحال مجھے پتہ ہے کہ فوری طور پر شاید سپین کی جماعت کی حالت ایسی نہیں کہ انتظام کر سکے کہ سال دو سال کے اندر مسجد مکمل ہو۔ لیکن ہم نے انشاء اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کا نام لے کر فوری طور پر اس کام کو شروع کرنا ہے اس لئے زمین کی تلاش فوری شروع ہو جانی چاہئے چاہے سپین جماعت کو کچھ گرانٹ اور قرض دے کر ہی کچھ کام شروع کروایا جائے اور بعد میں ادائیگی ہو جائے۔ تو یہ کام بہرحال انشاء اللہ شروع ہو گا۔ اور جماعت کے جو مرکزی ادارے ہیں یا دوسرے صاحب حیثیت افراد ہیں اگر خوشی سے کوئی اس مسجد کے لئے دینا چاہے گا تو دے دیں اس میں روک کوئی نہیں ہے۔ لیکن تمام دنیا کی جماعت کو یا احمدیوں کو میں عمومی تحریک نہیں کر رہا کہ اس کے لئے ضرور دیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ مسجد بن جائے گی چاہے مرکزی طور پر فنڈ مہیا کر کے بنائی جائے یا جس طرح بھی بنائی جائے اور بعد میں پھر سپین والے اس قرض کو واپس بھی کر دیں گے جس حد تک قرض ہے۔ تو بہرحال یہ کام جلد شروع ہو جانا چاہئے اور اس میں اب مزید انتظار نہیں کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق دے۔ کیونکہ اب تک جو سرسری اندازہ لگایا ہے اس کے مطابق دو تین سو نمازیوں کی گنجائش کی مسجد ان شاء اللہ خیال ہے کہ 6-5 لاکھ یورو (Euro) میں بن جائے گی۔ یہاں بھی اور جگہوں پر بھی مسجد بنانے کا عزم کیا ہے تو پھر بنائیں 'ان شاء اللہ شروع کریں یہ کام۔ ارادہ جب کر لیا ہے تو وعدے کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس میں برکت ڈالے گا۔ جلسے کے دنوں میں جو وزارت انصاف کے شاید ڈائریکٹر جو آئے ہوئے تھے بڑے پڑھے لکھے اور کھلے دل کے آدمی ہیں۔ مجھے کہنے لگے کہ جماعت کے وسائل کم ہیں۔ وہ تو دنیاداری کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ کہنے لگے کہ حکومت مسلمان تنظیموں کو بعض سہولتیں دیتی ہے۔ اب قرطبہ میں بھی انہوں نے مسجد بنائی ہے۔ تو اس طرح اور سہولتیں ہیں لیکن آپ کو (جماعت احمدیہ کو) وہ مسلمان اپنے میں شامل نہیں کرنا چاہتے۔ اس لئے جو حکومت کا مدد دینے کا طریق کار ہے اس سے آپ کو حصہ نہیں ملتا۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا آپ ان مسلمانوں کی کچھ باتیں مان جائیں اور حکومت سے مالی فائدہ اٹھا لیا کریں۔ باقی ان کی باتوں میں شامل نہ ہوں۔ تو میں نے ان کو جواب دیا تھا کہ اگر باقی مسلمان تنظیمیں راضی بھی ہو جائیں تو پھر بھی ہم یہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ کل کو پھر آپ نے ہی یہ کہنا ہے کہ تمہارا امن پسندی کا دعویٰ یونہی ہے، اندر سے تم بھی ان لوگوں کے ساتھ شامل ہو جو شدت پسند ہیں۔ اور دوسرے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان کر دیئے ہیں کہ ہم باقی مسلمانوں سے الگ ہو کر جو ان کے عمل ہیں، جو اسلامی تعلیم کے خلاف ہیں، اس سے بچ کر صحیح اسلامی تعلیم کے مطابق اپنی پہچان کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان مہیا فرما دیئے ہیں۔ پیشگوئی پوری ہو چکی ہے کہ ہماری علیحدہ ایک پہچان ہے تو چند پیسوں کے لئے یا تھوڑے سے مفاد کے لئے ہم اللہ کے رسول کی سچی پیشگوئی اور اللہ کے فضلوں کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کریں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ احمدی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اللہ اور اس کے رسول کے لئے بڑی غیرت رکھتا ہے۔ ہر احمدی کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کے نام کی بڑی غیرت ہے۔ اگر حکومت احمدیوں کا حق سمجھ کر ہمیں فائدہ دے سکتی ہے تو ہمیں قبول ہے، ورنہ جماعت احمدیہ میں ہر شخص قربانی کرنا جانتا ہے۔ وہ اپنا پیٹ کاٹ کر بھی مساجد کی تعمیر کے لئے پلاٹ خرید سکتا ہے، رقم مہیا کر سکتا ہے، یا جماعت کے دوسرے اخراجات برداشت کر سکتا ہے۔ بہرحال ان کا جماعت سے بڑا تعلق ہے۔ بعض لوگوں سے بڑی ذاتی واقفیت ہے۔ کہنے لگے کہ میں تو اس بات کو سمجھتا ہوں۔ لیکن قانون ایسا ہے کہ تمہارا حق بھی دوسری مسلمان تنظیمیں لے رہی ہیں۔ آپس میں چاہے یہ تنظیمیں لڑتی رہیں لیکن جب فائدہ اٹھانا ہو، مفاد لینا ہو، کچھ مالی فائدہ نظر آتا ہو، یا حکومت سے کسی قسم کی مدد لینی ہو تو یہ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ ان کو تو میں نے یہی جواب دیا تھا پھر لینے دیں ہمیں تو اس وجہ سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ ہم اس سہولت کے لئے اپنا ضمیر اور اپنا ایمان نہیں بیچ سکتے۔ ان کا بڑا گہرا مطالعہ تھا اور ان باتوں کا وہ پہلے بھی علم رکھتے تھے شاید براہ راست میرا مؤقف سننا چاہتے تھے اس کے لئے شاید انہوں نے یہ بات چھیڑی ہو گی۔ تو بہرحال اس چیز نے بھی میرے دل میں اور بھی زیادہ شدت سے یہ احساس پیدا کیا کہ اب ہمیں کسی بڑے شہر میں جلد ہی ایک اور مسجد بنانی چاہئے۔ مجھے امید ہے ان شاء اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ ہماری توفیقوں کو بھی بڑھائے گا۔ اور جلد ہی ہمیں سپین میں ایک اور مسجد عطا فرمائے گا۔

پس آپ دعاؤں سے کام لیتے ہوئے اس بات کا عزم کر لیں کہ آپ نے یہ کام کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کریں۔ ان شاء اللہ ضرور مدد کرے گا۔ اللہ کرے، اللہ سب کو توفیق دے۔

(خطبہ جمعہ 14/ جنوری 2005ء)

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

رپورٹ: لئیق احمد عاطف مبلغ سلسلہ و صدر جماعت احمدیہ مسلمہ مالٹا

مرا مقصود و مطلوب و تمنّا، خدمتِ خلق است
جماعت احمدیہ مالٹا کے خدمتِ خلق کے پروگرام

دورِ حاضر میں خدا تعالیٰ کے فرستادہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں ہمیں دین کی فہم و فراست عطا فرمائی ہے وہاں ہمیں دین کے ایک بنیادی رکن خدمتِ خلق کے اسلوب بھی سکھائے ہیں۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ’ہمارا یہ اصول ہے کہ کل بنی نوع کی ہمدردی کرو۔‘

(سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 ص 28)

اپنے منظوم کلام میں آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

مرا مقصود و مطلوب و تمنّا ، خدمت خلق است
ہمیں کارم، ہمیں بارم ، ہمیں رسمم، ہمیں راہم

انہی راہنماء اصولوں کی پیروی میں جماعت احمدیہ مالٹا ہر سال خدمت انسانیت کے پروگرام ترتیب دیتی ہے۔ یہ خدمت انسانیت جہاں دکھی لوگوں کے چہروں پر خوشی و مسرت کے رنگ بکھیرتی ہے وہیں عملی تبلیغ کے دائمی نقوش انسانی ذہنوں پر ثبت کرنے کا باعث بنتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بے پایاں فضل و احسان اور پیارے آقا کی دعاؤں کی برکت سے جماعت احمدیہ مالٹا کو امسال معذور افراد کے عالمی دن کی مناسبت سے معذور افراد کے لئے قائم ایک فلاحی ادارہ Fondazzjoni Wens کو وزٹ کرنے کی توفیق ملی اور وہاں پرموجود افراد کے لئے چاکلیٹ اور کیک بطور تحفہ پیش کئے گئے۔ اس موقع پر اس ادارہ کے سربراہ مکرم رونلڈ گالیہ صاحب نے جماعت احمدیہ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا۔

مؤرخہ 5 دسمبر 2020ء کو معذور افراد کے لئے قائم ایک اور فلاحی ادارہ Dar il-Kaptan کو جماعتی وفد کے ہمراہ وزٹ کیا اور وہاں پرموجود افراد کے لئے تحائف پیش کرنے کی توفیق ملی۔

اس کے علاوہ مخیر افراد کے عطیات سے چلنے والا ایک ادارہ میلینیم چیپل جو کہ ضرورتمند افراد کی مدد کرتا ہے کا جماعتی وفد کے ساتھ دورہ کیا گیا اور وہاں کی انتظامیہ کو جماعت کی طرف سے تحائف پیش کئے گئے تا کہ یہ تحائف ضرورتمند افراد میں تقسیم کئے جاسکیں۔

ان پروگراموں کو مقامی میڈیا نے خصوصی کوریج دی جس سے گھر گھر میں جماعت احمدیہ کی خدمات کی خبر پہنچی اور یہ خدمت انسانیت اسلام احمدیت کی تبلیغ کا بھی ذریعہ بنی۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک

قارئین الفضل کی خدمت میں دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری ان کاوشوں کو اپنے حضور قبول فرمائے اور جلد اس قوم کے دل قبول اسلام احمدیت کے لئے کشادہ فرمائے۔ آمین

بقیہ: امام وقت کی بیعت اور صحبت... از صفحہ 6

میں دن بدن صلاحیت اور تقویٰ ترقی پذیر ہے۔اور ایام مباہلہ کے بعد گویا ہماری جماعت میں ایک اور عالم پیدا ہوگیا ہے۔میں اکثر کو دیکھتا ہوں کہ سجدہ میں روتے اور تہجد میں تضرع کرتے ہیں۔ناپاک دل کے لوگ ان کو کافر کہتے ہیں۔ اور وہ اسلام کا جگر اور دل ہیں۔

(انجام آتھم۔روحانی خزائن جلد 11 حاشیہ صفحہ 315)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ سے کسی نے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ ’’سنا ہے کہ آپ کو کیمیا گری آتی ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ ہاں آتی ہے

اس نے عرض کیا کہ ہم غریب ہیں اور مقروض رہتے ہیں۔آپ ہمیں بھی بتائیں۔

چنانچہ حضور نے ایک مرتبہ تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

لوگ اکسیر اور سنگ پارس تلاش کرتے پھرتے تھے۔میرے لیے توحضرت مرزا صاحب پارس تھے۔میں نے انکو چھوا تو بادشاہ بن گیا‘‘

(تاریخ احمدیت جلد سوم صہ 565)

سیدنا و امامنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں

’’پس ہم جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنے کا دعویٰ کرتے ہیں،ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ ہم کس حد تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقصد کو پورا کر رہے ہیں۔ آپ نے اعلان فرمایا کہ مَیں ایمانوں کو قوی کرنے آیا ہوں۔ اُن میں مضبوطی پیدا کرنے آیا ہوں۔ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کیا ہمارے ایمان مضبوطی کی طرف بڑھ رہے ہیں؟ فرمایا کہ ایمان مضبوط ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے وجود کے ثابت ہونے سے، اللہ تعالیٰ پر کامل یقین سے۔ آپ نے فرمایا کہ آج کل دنیا میں دنیا کے جاہ و مراتب پر بھروسہ خدا تعالیٰ پر بھروسے کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف پڑنے کی بجائے دنیا کی طرف زیادہ نگاہ پڑتی ہے۔ وہ یقین جو خدا تعالیٰ پر ہونا چاہئے وہ ثانوی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ اور دنیا والے اور دنیا کی چیزیں زیادہ اہمیت اختیار کر گئی ہیں۔ اگر ہم اپنے ارد گرد نظر دوڑائیں تو یہی صورتحال ہمیں نظر آتی ہے، لیکن اپنے ارد گرد نظر دوڑانا صرف یہ دیکھنے کے لئے نہیں ہونا چاہئے کہ آج دنیا خدا تعالیٰ کی نسبت دنیاوی چیزوں پر زیادہ یقین اور بھروسہ کرتی ہے۔ بلکہ یہ نظر دوڑانا اس لئے ہو کہ ہم اپنے جائزے لیں کہ ہم دنیاوی وسائل پر زیادہ یقین رکھتے ہیں یا خدا تعالیٰ پر۔ اگر ہم بیعت کر کے بھی خدا تعالیٰ کی ہستی کو اُس طرح نہیں پہچان سکے جو اس کے پہچاننے کا حق ہے تو ہماری بیعت بے فائدہ ہے۔ ہمارا اپنے آپ کو احمدی کہلانا کوئی قیمت نہیں رکھتا‘‘

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 11 اکتوبر 2013)

اللہ تعالیٰ ہمیں بیعت کا اصل حق ادا کرنے والا اپنا پیارا اپنا حبیب، اور عبد منیب بنائے (آمین)

08 جنوری 2021ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		05:39	17:55
مدینہ منورہ	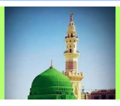	05:44	17:50
قادیان		06:03	17:41
ربوہ		05:43	17:21
اسلام آباد ٹلفورڈ	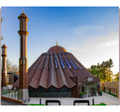	06:35	16:15